نتیجے بیتابی کا طوفان برپا ہو گیا۔

۱۵، ۱۶ بے گناہ انسانوں کی ہلاکت اور یک صد زخمیوں کا درد و اذیت کی چکی میں پسنا، راولپنڈی کے دلوں کو ہی نہیں، تمام اہل پاکستان کے دل ہلا گیا۔

حکومت اور ودرائے حکومت اور دیگر کارپردازان احساس کریں کہ ان کا فرض کیا ہے؟ قانون متوجہ ہو کہ انسانوں کو ایسی تباہی سے تحفظ دلانے کے لیے وہ کیا کر سکتا ہے؟ قانون کو چلانے والے اداروں کا فرد فرد سوچے کہ ایسے جرائم کے مرتکبین کو پکڑنے اور ان کو عبرت ناک سزائیں دینے اور معاشرے کو آئندہ کے لیے ایسے سانحات سے بچانے کی تدابیر کیا ہیں؟ اور ہر شخص کی آخرت میں ذمہ داری اور جوابدہی کیا ہو گی؟

تعلیم اور ابلاغ کے ذرائع یہ بھی سوچیں کہ جدید دور کے ظلم کیش، اسیر ہوس اور اندھے انسان کو بنانے میں ان کا کتنا حصہ ہے؟

آخر میں عرض ہے کہ ہمارے بس میں اس کے سوا کچھ نہیں کہ ہم مظلوموں کے لیے خدا کی رحمت طلب کریں اور ظالموں کو اس کے غیر مرئی نظامِ انصاف کے سپرد کر دیں۔ تمام وفات یافتگان کے لیے ہم مغفرت کی دعا کرتے ہیں۔ تمام زخمیوں کے لیے ہم بحالیٔ صحت و قوت کی آرزو کرتے ہیں۔ اور وہ نقصانات جو قطعی طور پر واقع ہو چکے ہیں ان کے متعلق ہم اللہ تعالیٰ سے اس بات کے آرزومند ہیں کہ وہ متاثرین اور ان کے لواحقین کو کچھ دوسرے پہلوؤں سے خصوصی عنایات سے بہرہ مند کرے۔

"میری وفاداری پاکستان ——— اسلام ——— اور پاکستان کے عوام سے ہے"۔
وقت کے ایوان میں بار بار گونجنے والے یہ الفاظ جس شخصیت نے ایک انٹرویو میں کہے تھے، وہ میر غلام علی تالپور کے نام سے موسوم تھی۔

ان کی کچھ اور باتیں بھی سنیے:

"میں جب ۱۸ برس کا تھا تو ایک دن نوکروں کی گفتگو میں سنا کہ قرآن تو بحرِ ذخار ہے۔ میں نے سوچا کہ پڑھ کر تو دیکھوں........ میں نے یہ ترجمہ (سندھی میں مولانا تاج محمد امروٹی نے ترجمہ کیا تھا) منگوایا اور ایک ماہ میں پورا پڑھ ڈالا۔ اس کے بعد مت پوچھیے کہ قرآن پاک نے میری زندگی میں